قل ھذہٖ سبیلی ادعوا الی اللّٰہ علیٰ بصیرۃ ومن اتبعنی

بفضل اللّٰہ المنان رسالہ شریفہ مشتمل بر فتاویٰ سرکار

شریعتمدار حجۃ الاسلام شمس العلماء صدر المفسرین علامہ سید علی الحائری

مجتہد پنجاب دام برکاتہ

المعروف بہ

فتاویٰ حائری

حصہ سوم

مؤلفہ فاضل جلیل و عالم نبیل الواعظ الشہیر مولانا مولوی

حاجی مرزا احمد علی صاحب امرتسری ثم لاہوری مدظلہ

حسب فرمائش

کربلائی شیخ غلام علی شہید مینیجر خواجہ بک ایجنسی لاہور

بار دوم

(موچی دروازہ ۵)

قیمت [illegible]

مظلومیت کی داستان

حضرت امام — حسین علیہ السلام

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ناظرین! یہ کتاب جس کا اشتہار آپ کے زیر مطالعہ ہے۔ اسلام کے اُس سچے ہیرو کی زندگی کی تاریخ ہے جس نے حق و صداقت کے راستے میں محض اللہ تعالےٰ کی رضاجوئی کی خاطر نہایت صبر و استقلال کیساتھ اپنے عزیز و انصار۔ خویش و اقارب۔ مال و املاک حتٰی کہ اپنی گران بہا متاع حیات کو بھی قربان کر دیا لیکن خدائیتعالیٰ کے فرستادہ آخری پیغام یعنی دین اسلام کو فنا ہونیسے ایسے نازک وقت میں بچا لیا جبکہ معاندین نے اس کے مٹا دینے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است ۔ پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است۔

تاریخ شاہد ہے کہ اگر نواسۂ رسول مختار جگر گوشہ حیدر کرار امام حسین علیہ السلام جام شہادت نوش نہ فرماتے تو اسلام کا نام و نشان صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتا۔ مگر اس پیکر تسلیم و رضا نے خود فنا ہو کر اسلام کو زندہ جاوید بنا دیا ؎

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام شان

اسلئے اس شہید اعظم کے حالات سے واقف ہونا اور اس کے اُسوۂ حسنہ پر عامل ہونیکے لئے ہر وقت طیار رہنا ہر ایک مسلمان گھرانے کا مذہبی فرض ہے پس کتاب ہذا کو جس میں تمام واقعات از ولادت تا شہادت نہایت شرح و بسط کیساتھ نہایت معتبر اور مستند کتب تواریخ سے اخذ کر کے صاف اور شستہ زبان میں قلمبند کئے گئے ہیں جسمیں امام مظلوم کی لائف پر پوری پوری روشنی ڈالی گئی ہے اور شہادت کے خونچکاں مناظر ایسے دردانگیز پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں کہ سنگدل سے سنگدل بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ نثر اور نظم کا لاجواب مجموعہ ہے۔ اسمیں تین عدد فوٹو مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ کربلائے معلیٰ ایک رنگ کے اور ایک سہ رنگا بلاق ذوالجناح کا کتاب کی شان کو بڑھا رہے ہیں باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت مجلد ۸ بلا جلد ۶

کربلائی شیخ غلام علی شہید یہ مینیجر خواجہ بک ایجنسی لاہور
موچی دروازہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی اوضح سبل الھدیٰ والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفٰے سیما علی سیدنا ونبینا محمد افضل الانبیاء وعترتہ النجباء اما بعد اقل الطلاب مرزا احمد علی ولد منشی محمد مہدی مرحوم امرتسری خدمت مومنین باتمکین میں عرض رسان ہے۔ کہ چونکہ جناب ملاذ الشیعہ حجۃ الاسلام خادم شریعۃ الغراء حضرت علامہ حائری مجتہد پنجاب مدظلہ بہ سبب تصنیف تفسیر بے نظیر **لوامع التنزیل** بہت ہی عدیم الفرصت ہیں۔ اسلئے اکثر مسائل مستفسرہ کے جوابات بحکم سرکار علامہ مطابق ان کے فتاویٰ اور موافق انکی رائے کے یہ احقر دیتا رہا۔ اب مومنین کے اصرار سے ان تمام کو ترتیب دیا۔ چونکہ حضرت علامۂ حائری کی رائے و فتاویٰ کو ان کے حکم سے لکھا گیا ہے۔ لہذا سلسلہ مجلدات **فتاوی الحائری** میں سے اس ذخیرہ کو حصہ سوم قرار دیا گیا۔ **وما توفیقی الا باللہ**۔ خداوند کریم مومنین کو اس سے منتفع کرے +

سوال (۱) کیا شیعوں کا متعہ اور آریوں کا نیوگ ایک ہی ہے جب کبھی آریوں پر نیوگ کا اعتراض کیا جائے۔ وہ متعہ کا حوالہ دیدیتے ہیں جس سے بہت شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔

جواب۔ متعہ اور نیوگ کو ایک سمجھنا جہالت کیوجہ سے ہے۔ اسلام میں کوئی ایسا حکم نہیں۔ جو نیوگ جیسی بے غیرت تعلیم دیتا ہو۔

اسلام کی تعلیم ہے۔ اب میں آریوں کی کتابوں سے نیوگ کی حقیقت لکھتا ہوں۔ تاکہ حضرت سائل کی شرمندگی دور ہو۔

پنڈت دیانند بانی آریہ سماج بھاش میں ترجمہ رگوید منڈل ۱۰ سکیت ۱۰ منتر ۱

یوں لکھتے ہیں۔ جب خاوند اولاد جنانے کے قابل نہ رہے۔ تب اپنی بیوی کو حکم دے۔ کہ اے بھاگوان اولاد کی خواہش کرنیوالی عورت تو مجھ سے دوسرے مرد کی درخواست کر۔ کیونکہ اب مجھ سے اولاد ہونیکی امید نہ رکھ۔ لیکن اس حقیقی خاوند کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہے الخ"

ستیارتھ پرکاش مترجمہ لالہ رادھاکشن صہ میں لکھا ہے۔ کہ بیاہتا عورت کا خاوند دھرم کی خاطر پردیس گیا ہو۔ تو آٹھ سال تک علم و شہرت کے لئے گیا ہو تو چھ سال تک دولت کمانے کی خواہش سے گیا ہو۔ تو وہ عورت تین برس تک رستہ دیکھکر نیوگ کر کے اولاد پیدا کرلے۔ جب خاوند آئے تب نیوگ شدہ خاوند کو ترک کر دے الخ"۔

سیتارتھ پرکاش صـ۱۵۳ میں حاملہ عورت کی نسبت لکھا ہے۔ کہ اگر مرد یا عورت سے ایسی حالت میں رہا نہ جائے تو نیوگ کرلیں۔ مندرجہ بالا تینوں صورتیں دیوثی کی تعلیم دیتی ہیں۔ لیکن متعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ شوہر دار عورت نہ نکاح ثانی کر سکتی ہے نہ متعہ۔ اگر عورت ممتوعہ ہے۔ تو بھی جب تک ایک کے عقد متعہ میں ہے۔ دوسرے سے نہ نکاح کر سکتی نہ متعہ۔ پھر متعہ اور نیوگ ایک کیسے ہوئے۔ آریہ عورت اپنے خاوند کے موجود ہوتے گیارہ مردوں سے اولاد کی خاطر یا لڑکے کے لینے کے لئے نیوگ کر سکتی ہے۔ اور پھر جو اولاد نیوگ سے ہو۔ وہ پہلے خاوند کی سمجھی جاویگی۔ لیکن اسلامی متعہ میں ایک خاوند کے ہوتے دوسرے سے تعلق پیدا کرنا حرام ہے۔ اور جس کا نطفہ ہو اسی کی اولاد سمجھی جائیگی۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ متعہ اور نیوگ ایک نہیں۔ سخت غلطی پر ہیں وہ لوگ جو دونوں کو ایک سمجھ کر خلقِ خدا کو دھوکا دیتے ہیں۔ پس در حقیقت متعہ اور نکاح کے مسائل اور احکام میں فرق نہیں ہے۔ بجز اسکے کہ نکاح دائمی ہوتا ہے۔ اور متعہ منقطع ایک وقت معین کے واسطے۔

سوال (۲) آیا پیشاب کر کے کلوخ لینا سنت نبوی ہے۔ اور کیا کلوخ سے

طہارت ہو جاتی ہے بینوا و توجروا +

جواب . کلوخ لینا سنت نہیں ہے۔ بلکہ ایجاد خلیفہ دوم اور بدعت ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کتاب ازالۃ الخفاء مقصد ۲ صفحہ ۸۷ میں لکھا ہے۔ کان عمر اذا بال مسح ذکرہ بحائط او حجر لم یمسہ ماء قلت اجمع علی ذالک علماء اھل السنۃ ولیس فیھا حدیث مرفوع وانما ھو مذھب عمر قیاسا علی الاستنجاء من الغائط اطبق علی تقلیدہ العلماء یعنے حضرت عمرؓ صاحب جب پیشاب کرتے تو اپنے ذکر کو دیوار یا پتھر سے ملتے۔ اور پانی نہ لگاتے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اس پر علماء اہل سنت نے اتفاق کیا ہے۔ لیکن اس بارے میں کوئی حدیث مرفوع نہیں۔ یہ صرف حضرت عمرؓ کا مذہب تھا جنہوں نے استنجا غائط کے قیاس سے یہ ایجاد نکالی۔ اور علماء نے اسکی تقلید پر مطابقت کی ہے۔ اس عبارت پر بطور فایدہ لکھا ہے۔ کہ استنجاء بکلوخ بعد پیشاب سنت عمرؓ است یعنی پیشاب کے بعد کلوخ سے استنجاء کرنا سنت عمرؓ ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی شرح وقایہ میں لکھتے ہیں واما فی البول فالغسل بالماء ثابت بھذہ الروایہ واما استعمال الحجر فیہ فلم اطلع علی حدیث صریح یدل علیہ ان النبی فعلہ پھر لکھتے ہیں نعم ثبت ذالک صریحا عن عمر انہ کان یبول ویمسح ذکرہ بحجر او تراب لم یمسہ الماء اخرجہ عبد الرزاق فی مصنفہ وابو نعیم فی الحلیہ والطبرانی فی الاوسط۔

ترجمہ۔ اس روایت سے بول کا پانی سے دھونا ثابت ہوا۔ اما کلوخ کے بارے میں مجھے کوئی حدیث صحیح نہیں ملی۔ جس سے ثابت ہو کہ نبیؐ نے اسے کیا تھا ہاں یہ صریحاً حضرت عمرؓ سے ثابت ہے۔ وہ جب بول کرتے تو اپنے ذکر کو پتھر یا مٹی سے رگڑتے اور پانی سے پاک نہ کرتے۔ اس کو عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں۔ ابونعیم نے حلیہ میں اور طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ میں نے اوپر

اہل حدیث اور احناف کے اکابر کی تحریرات کو اس بارے میں درج کردیا ہے۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ کلوخ بدعت ہے۔ نہ سنت اور اس لئے اس سے طہارت نہیں ہوسکتی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے تو صاف لکھدیا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے اس میں قیاس کیا ہے۔ حالانکہ دین میں قیاس ناجائز ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔ اول من قاس امر الدین فھو ابلیس فمن قاس امر الدین برایہ قرنہ اللہ بابلیس دین میں پہلا قیاس کرنیوالا ابلیس ہے۔ پس جو قیاس کریگا خدا اسے قرین ابلیس کریگا۔ اللھم احفظنا

سوال (۳) ختنہ کرنیکی کیا علت ہے۔ عیسائی۔ آریہ اور سکھ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ خدا نے کوئی چیز عبث پیدا نہیں کی۔ پس ختنہ کرنا خلق خدا میں تنقیص کرنا ہے۔ قرآن شریف میں لکھا ہے۔ الذی خلقک فسواک فعدلک جس نے تجھے پیدا کیا پھر تیرا التسویہ کیا پھر تعدیل کی۔

جواب۔ ختنہ کی علت تفسیر لوامع التنزیل جلد ۱۴ نحل آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ کے ذیل میں لکھی گئی ہے۔ جس کا ترجمہ یہاں نقل کرتا ہوں۔

ختنہ میں یہ حکمت ہے۔ کہ راس عضو تناسل شدید الحس ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جماع کے وقت عظیم الالتذاذ ہے۔ پس اگر یہ جلد عضو پر رکھی جائے تو یہ عضو کمال قوت اور شدت احساس میں ہوگا۔ پس التذاذ بھی اس میں بڑا ہوگا۔ لیکن اگر یہ جلد قطع کی جائے تو عضو بے غلاف ہونیکے سبب ضعیف الحس ہو جاتا ہے۔ اور اس صورت میں جماع کے وقت التذاذ بھی کم ہو جاتا ہے۔ پس ختنہ کرنیکی حکمت جماع کی رغبت کو کم کرنا ہے۔ اور قوت شہوانیہ کو حد اعتدال میں رکھنا۔ احصا اور قطع آلات بنا بر مذہب مانویہ بالیقین مذموم ہے۔ کیونکہ یہ افراط ہے۔ اور جلد اور غلاف حشفہ کا باقی رکھنا قوت شہوانیہ کو زیادہ کرنا ہے۔ اور چونکہ عدل ہر حالت میں ممدوح ہے۔ اور

اسی پر بنائے اسلام ہے۔ اس لئے اسلام نے اس میں بھی عدل کو مدنظر رکھا۔ اور ختنہ کا حکم دیا۔

اس کے علاوہ دیگر وجوہ یہ ہیں۔ ختنہ کے بغیر غلاف حشفہ کے نیچے میل کچیل جمع رہتی ہے جو خراش پیدا کرتی ہے۔ اور پھر اس سے آبلے اور زخم پڑ جاتے ہیں۔ پیشاب کی بوند حشفہ کی سطح پر لگی رہ کر خراش کرتی ہے۔ اور امراض گوناگون کا موجب ہوتی ہے اس خراش کیوجہ سے بچے عضو تناسل کو ہاتھ میں ملتے رہتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ جلق کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اور بعض خراش سے حشفہ کی جلد متورم ہو جاتی ہے۔ اور اس کا دہانہ تنگ ہو جاتا ہے۔ اس مرض کا نام فائی موس ہے۔ اس میں اکثر پیشاب جلد کے نیچے اکٹھا ہو کر بند ہو جاتا ہے۔ یا قطرہ قطرہ ہو کر تکلیف اور جلن کے ساتھ خارج ہوتا ہے۔ اور یہ حالت حبس بول سخت مضر ہے۔ اسی سے کنکریاں مثانہ کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں۔ جب یہ حالت ہو تو اقوام غیر اسلام کو بھی ختنہ کرانا پڑتا ہے۔ نہیں تو زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ اور جماع محال ہو جاتا ہے۔ اور امید نسل منقطع۔ ہمیشہ کی خراش اور سوزش کیوجہ سے اکثر رسولیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعض اوقات حشفہ پر سرطان نمودار ہو کر عضو تناسل کو کھانا شروع کر دیتا ہے۔ ایسی حالت میں عضو کو جڑ سے کاٹنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر قطع نہ کیا جائے تو مرض مہلک و لاعلاج ہو جاتا ہے۔ چونکہ ختنہ کے نہ ہونے سے عضو ہمیشہ غلیظ رہتا ہے۔ اور یہ غلاظت امراض کثیرہ کا موجب ہوتی ہے۔ اسلئے ہادی برحق نے ختنہ کا عام رواج قائم فرمادیا ہے۔ کیونکہ حکمت کا یہی منشا ہے۔ کہ مرض سے اسکی پیش بندی کی جائے مریض آتشک کو اکثر دفعہ ڈاکٹر ختنہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ایسے فوائد کے ہوتے آریہ اور سکھ صاحبان اس سے احتراز کرتے ہیں۔

سوال ۔ (۱۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین حدیث لا مهدی الا عیسیٰ (نہیں ہے کوئی مہدی مگر عیسےٰؑ) کے بارے میں اس سے مہدیؑ اور عیسےٰؑ کا ایک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اسکی ہی بنا پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے۔ کہ

وہی مہدیؑ اور عیسیٰؑ ہے۔ بینوا و توجروا۔

جواب۔ واضح ہو کہ یہ حدیث بعض کتب اہل سنت میں ہے۔ اس لئے شیعوں کے مقابلے میں قادیانی اس سے احتجاج کرنیکا حق نہیں رکھتے۔ علاوہ بریں خود محدثین و حفاظ حدیث اہل سنت نے اسکو ضعیف لکھا ہے چنانچہ برابن قاطعہ فارسی ترجمہ صواعق محرقہ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور صـ۲۹۳ میں اس حدیث کے بارے میں یوں لکھا ہے۔ باز بدانکہ تاویل حدیث لا مہدی الا عیسیٰؑ نمے کنم مگر برتقدیر ثبوت آں حدیث و الا حاکم چنیں گفتہ کہ ایں حدیث مجہول است و در اسناد خود مختلف عنہ و بنابر تعجب ایں حدیث آوردم نہ از برائے حجت و بیہقی گفتہ کہ محمد ابن خالد بایں حدیث منفرد است و نسائی تصریح کردہ بانکہ ایں منکر است و غیر ایشان از حفاظ حدیث جزم کردند بانکہ احادیث منصوص علیہ بدانکہ مہدیؑ ولد فاطمہؑ است اصح اسناد اند ازیں حدیث الخ خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس حدیث کے بارے میں حاکم نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث مجہول ہے۔ اپنے اسناد میں مختلف اور بنابر تعجب اس حدیث کو لایا ہوں نہ از برائے حجت بیہقی نے فرمایا ہے محمد بن خالد اس حدیث میں منفرد ہے نسائی نے تصریح کی ہے۔ کہ یہ حدیث منکر ہے۔ اور دیگر حفاظ حدیث نے جزم کیا ہے۔ کہ جو احادیث اس بات پر نص کرتی ہیں۔ کہ مہدیؑ ولد فاطمہؑ ہے۔ وہ اس سے اسناد میں زیادہ صحیح ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ اس حدیث کے غلط ہونیکی اور وجوہ بھی ہیں۔ جو مختصراً ذیل میں کی جاتی ہیں:۔

(۱) اس کا راوی انس بن مالک ہے۔ جو مبغض اہل بیت ہے۔ اور بروقت استشہاد جناب امیرؑ حدیث غدیر کو نہ بتلانے کیوجہ سے جناب امیرؑ کی بددعا سے برص میں مبتلا ہوا۔ اور نیز واقعہ کربلا کیوقت موجود تھا لیکن نصرت امامؑ کیلئے حاضر نہیں ہوا۔ بلکہ جسوقت سر امامؑ دربار ابن زیاد میں پہنچا ہے۔ اسوقت یہ اس دربار میں موجود تھا۔ اور ابن زیاد نے دندان مبارک معصومؑ پر چوب خیزران لگانے پر صرف اتنا کہا۔ کہ میں نے رسول اللہؐ کو ان ہونٹوں کو چومتے دیکھا ہے۔ و بس کما فی المشکوٰۃ تو ایسے کی روایت بیکار ہیں

کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

(۲) یہ حدیث دیگر احادیث صحیحہ مرویہ اہل سنت کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ احادیث اہل سنت میں وارد ہے۔ کہ حضرت مسیح کے بعد اشرار ناس ہونگے۔ اور پھر قیامت قایم ہوگی جبکہ ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن باب قرب الساعۃ فصل ۳ باب لاتقوم الساعۃ فصل میں ہے۔ عن انس ان رسول اللہ قال لاتقوم الساعۃ حتی لایقال فی الارض اللہ اللہ وفی روایۃ لاتقوم الساعۃ علی احد یقول اللہ اللہ ۔ رواہ مسلم یعنی انس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ قیامت تب قایم ہوگی جبکہ زمین میں اللہ اللہ نہ کہا جائیگا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اللہ اللہ کہنے والے پر قیامت قائم نہ ہوگی حدیث لامہدی الاعیسیٰ کا راوی بھی انس ہے۔ اور اسکا بھی یہی۔ حدیث لامہدی کا مطلب ازالہ اوہام مرزا صاحب نے حصہ دوئم میں یہ لکھا ہے۔ کہ بجز عیسیٰؑ کے اس وقت کوئی مہدی نہ ہوگا۔

اس وقت کا اشارہ غالباً قیام ساعت کی طرف ہے۔ کیونکہ لاتقوم الساعۃ الا علی شرار الناس کے بعد بلا فاصلہ لامہدی ہے پس مطلب یہ ہوا۔ کہ قیام ساعت کے وقت تمام اشرار اور ضال ہونگے مگر عیسیٰ۔ حالانکہ انس اور مسلم والی حدیث نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ اس وقت اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوگا۔ تو عیسیٰ کے ہوتے ہوئے قیامت کیسے قایم ہو سکتی ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ حدیث لامہدی الاعیسیٰ غلط اور وضعی ہے۔

(۳) مشکوٰۃ میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ آخری زمانہ میں خروج دجال ہوگا۔ پھر نزول عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کر کے سات سال زندہ رہیں گے۔ پھر لکھا ہے ثم یرسل اللہ ریحا باردۃ من قبل الشام فلا یبقی علی وجہ الارض احد فی قلبہ مثقال ذرۃ من خیر وایمان قال فیبقی شرار الناس یعنی اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجیگا۔ پس روئے زمین پر کوئی زندہ نہ رہے گا۔ جس کے دل میں رائی کے برابر

بھی ایمان ہوگا۔ پس شرار ناس باقی رہ جاویں گے۔ پھر نفخ صور ہوگا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شرار کے وقت میں حضرت عیسٰےؑ نہ ہوں گے۔ پس حدیث لامہدی غلط ہوئی +

(۴) حدیث کے الفاظ مبہم اور دیگر انبیاء مہدیین کی کسر شان کرنے والے ہیں۔ کیونکہ لامہدی الا عیسٰی کا مطلب یہ ہے۔ کہ سوائے عیسٰےؑ کے کوئی ہدایت یافتہ نہیں ہے۔ لانفی جنس کے لئے آتا ہے۔ جیسے کہ لا الٰہ میں تمام الٰہ کا ابطال اور صفت الوہیت کا اثبات صرف ذات اللہ کے لئے ہے۔ ویسے ہی لامہدی میں تمام انبیاء کی مہدویت کا ابطال اور صرف ذات عیسٰےؑ کے لئے اسکا اثبات ہے۔ حالانکہ یہ بالبداہت باطل ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء ہدایت یافتہ ہیں۔ چنانچہ ان کی شان میں ارشاد ہے۔ اولٰئک الذین ھدٰی اللہ یعنی ۲ یہ وہ لوگ ہیں جنکو اللہ نے ہدایت دی ہے۔ پس یہ حدیث قابل تمسک نہیں۔

(۵) اگرچہ تمام انبیاء مہدی ہیں۔ لیکن یہ لقب خاص ہوگیا ہے۔ آخری زمانہ کے مصلح کے لئے اور آنجناب کا اسم غالب ہوگیا ہے۔ چنانچہ مجمع البحار ملا طاہر گجراتی جلد ۲ صہ ۴۷۹ لغت ہدی میں لکھا ہے۔ ومند سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین المھدی من ھداہ اللہ الی الحق وقد استعمل فی الاسماء حتی صار کالاسماء ... الغالبۃ ویرید بہ الشیخین وان کان عاماً فی کل من سار بسیرتھم وبہ سمی المھدی الذی بشر صلعم بجیئہ فی اخر الزمان ز۔ یرید بہ المھدی الذی یجتمع مع عیسی یعنی مہدی وہ ہے۔ جسکو اللہ نے حق کی طرف ہدایت کی اور یہ اسماء میں استعمال ہوا ہے یہاں تک کہ اسماء غالبہ کی طرح ہوگیا ہے۔ اور ارادہ کیا جاتا ہے۔ اس سے شیخین کا اگرچہ عام ہے۔ ہر ایک میں جو انکی سیرت پر چلے اور اسی سے مسمّٰی کیا گیا ہے مہدی جس کے آخری زمانے میں آنے کی نبی کریمؐ نے بشارت دی ہے۔ اور اس سے وہ مہدی مراد ہے۔ جو عیسٰےؑ کے ساتھ جمع ہوگا۔ ظاہر ہے۔ کہ القاب بھی علم ہوتے

ہیں ۔ اور مسمّٰی خاص پر دلالت کرتے ہیں ۔ اور یہی معرفہ کی تعریف ہے ۔ اور ادھر یہ قاعدہ ہے ۔ کہ لا نکرہ پر آتا ہے ۔ نہ معرفہ پر ۔ پس صرف و نحو کے لحاظ سے بھی لا مہدی الا عیسیٰؑ غلط ثابت ہوئی ۔

(۶) آخری مصلح کا مہدی لقب بھی قابل غور ہے ۔ کیونکہ اگر مہدی کے لغوی معنے لئے جائیں ۔ تو تمام مومنین مہدی ہیں ۔ لیکن فرستادگان باری اتم و اکمل درجے کے مہدی ہوتے ہیں ۔ قبل و بعد بعثت کبھی بھی بے ہدایت نہیں ہوتے ۔ اور یہی صفت انکو عامہ مومنین سے ممتاز کرتی ہے ۔ لیکن مرزا صاحب کا حال اسکے برعکس ہے ۔ وہ مسئلہ جس کے لئے ان کی بعثت ہوئی یعنی اثبات وفات مسیح خود بعثت سے پہلے ان کا عقیدہ اس کے برخلاف تھا ۔ اور اب جسکو وہ عقیدہ کفریہ کہتے ہیں ۔ خود اس پر مدت تک رہے ۔ تو پھر وہ مہدی علیہ السلام کیسے ۔

(۷) حدیث مذکور میں عیسےٰؑ ہے جو علم ہے ۔ نہ صفت اور مسمّٰی خاص پر دلالت کرتا ہے ۔ جو ابن مریم اور مبعوث الی بنی اسرائیل تھا ۔ لیکن مرزا صاحب غلام احمد ہیں نہ عیسےٰ ۔ پس اس حدیث کی رو سے بھی ان کا دعویٰ باطل ہے ۔

(۸) ابن ماجہ ہی میں دیگر احادیث ہیں ۔ جن سے مہدی اور عیسےٰ کا دو کرنا ثابت ہوتا ہے ۔ پس لا مہدی کو پیش کرنا ترجیح بلا مرجح ہے ۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی نے عیسےٰؑ و مہدی کے بارے میں ایک حدیث لکھی ہے ۔ جس کا آخری حصہ یہ ہے ۔ قالت شریک بنت ابی بکر یا رسول اللہ فاین العرب یومئذ قال ھم قلیل وجلھم ببیت المقدس وامامھم تقدم یصلی بھم الصبح اذ انزل عیسےٰ بن مریم فرجع ذالک الامام ینکص یمشی علی القھقری لیتقدم عیسےٰ یصلی بالناس فیضع عیسےٰ یدہ بین کتفیہ ثم یقول تقدم یعنے عرب بیت المقدس میں ہوں گے ۔ اور ان کا امام جماعت نماز صبح میں مقدم ہوگا جبکہ عیسےٰؑ نازل ہوگا ۔ پس امام رجعت قہقری کریگا ۔ تاکہ عیسےٰؑ اسکی جگہ امامت جماعت کرے لیکن عیسیٰؑ کی

اپنے دو ہاتھ ان کے شانوں کے درمیان رکھیگا۔ پھر کہیگا۔ کہ توہی امامت کرا اس
سے ثابت ہوا۔ کہ امام عرب (مہدی) اور عیسیٰ علیہما السلام دو ہیں۔ نہ ایک۔

سوال (۵) چکڑالوی۔ مرزائی۔ وہابی و دیگر فرق اہل سنت کہتے ہیں۔ کہ جس
آیت سے شیعہ حلت متعہ ثابت کرتے ہیں۔ اس میں استمتاع سے متعہ کرنا مراد
نہیں بلکہ اس کے لغوی معنے انتفاع والتذاذ کے ہیں۔ پس معنے صحیح آیت کے یہ
ہیں۔ کہ جن عورتوں سے تم لذت پاؤ۔ ان کا مقرر کردہ اجر دے دو مطلب یہ ہوا۔
کہ دخول کے بعد پورا مہر دیا کرو۔ چونکہ آپ حامئ شرع ہیں۔ اس لئے اس شبہ
کو دور فرمایئے واجرکم علی اللہ۔

جواب۔ بعون اللہ الوھاب حقیقت امر یہ ہے کہ قرآن تابع لغت
نہیں۔ لغت تو مدتوں بعد بنی ہے۔ اگر ہم قرآن شریف کے لغوی معنے ہی لیں
تو طہارت کے معنے پاکیزگی کے ہیں۔ تو جہاں قرآن شریف میں یہ لفظ ہو وہاں
سنلائیٹ سوپ سے دھونا مراد لیا جائے۔ حالانکہ اصطلاع شریعت میں بمعنی وضو
غسل و تیمم ہے۔ ایسے ہی صلوٰۃ کے دعا و رحمت ہے۔ لیکن شریعت میں افعال
معہودہ شرعیہ پر اسکا اطلاق ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کے لغوی معنے پاکیزگی کے ہیں لیکن
شریعت میں ایک مقدار معلوم کا مال سے راہ خدا پر نکالنے میں مستعمل ہے۔ حج کے
معنے قصد کے ہیں لیکن شرع میں مناسک مکیہ پر بولا جاتا ہے۔ نکاح کے معنے
وطی کے ہیں۔ لیکن شریعت میں بمعنے عقد ہے جو عورت مرد کے درمیان مہر معین
پر تبراضی طرفین بندھا جاتا ہے۔ تو جب ان اصطلاحوں کے لغوی معنے نہیں لئے
جاتے۔ تو متعہ کے لئے اس قاعدے سے کیوں انحراف کیا جاتا ہے۔ اور اگر
اس کے لغوی معنے لئے جائیں۔ پس حلال و حرام۔ زنا و نکاح اور لواط کے درمیان
فرق نہیں رہتا۔ کیونکہ پھر اگر کوئی کسی عورت شوہر دار یا بے شوہر مسلمہ یا کافرہ
سے انتفاع والتذاذ حاصل کرے تو اسکے عوض اجر یعنے مہر دے۔ حالانکہ اس کا بطلان
متفق علیہ ہے۔ لیکن شاید اسی بنا فاسد ابوحنیفہ صاحب کا فتویٰ ہے۔

لو استاجر امرءۃ لیزنی بہا فزنی بہا لا یحد فی قول ابی حنیفہ فتاوے قاضیخاں کنز الدقایق۔ یعنے اگر کوئی کسی عورت کو زنا کے لئے اجرت پر لایا۔ پھر اس سے زنا کیا۔ ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے۔ پس جب لغوی معنی سے ایسے نتائج فاسدہ بالرائے لئے جاتے ہیں۔ تو واجب ہؤا کہ متعہ بمعنے اصطلاحی ہو۔ پس وہ نکاح موجل ہے۔ دوم یہ کہ اگر تمتع سے انتفاع اور جماع مراد لیا جائے۔ پس جس نے عورت سے بعد عقد نکاح بالکل انتفاع نہ پایا۔ اور نہ ہی جماع کیا۔ تو اسکو بعد طلاق کچھ مہر واجب نہو۔ حالانکہ مجمع علیہ ہے۔ کہ غیر مدخولہ مستحق نصف مہر ہے۔ سوم لغوی معنے مراد لینے سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ جس کو عورت سے لذت نہ آئے وہ بعد دخول بھی مہر نہ دے۔ جو کہ بدیہی البطلان ہے۔ چہارم اگر استمتاع سے نکاح دائم مراد لو تو اول یہ لغت سے ثابت کرنا ہوگا۔ کہ اسکے معنے نکاح ہیں۔ اور اگر خیر نکاح ہی مراد لیں تو بموجب آیۃ فاتوھن اجورھن فریضۃ محض عقد کرنے ہی سے تمام مہر واجب ہوگا۔ اگرچہ دخول نہ کیا ہو۔ حالانکہ نکاح دائم میں تمام مہر بعد دخول کے واجب ہوتا ہے۔ پس ثابت ہؤا کہ آیۃ مبارک سے نہ نکاح دائم مراد ہے۔ اور نہ جماع اب آیۃ مبارک کو بغور ملاحظہ فرما دیں پ۵ سورہ نسا۔ اس سے پہلے خداوند عالم نے محرمات کو بیان کیا ہے۔ تاکہ نکاح محض لغوی معنوں ہی پر نہ رہے بلکہ صحیح قواعد اس کے بیان ہوں۔ ان کے بعد ارشاد ہے۔ واحل لکم ما وراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ ان اللہ کان علیما حکیما ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المومنات فمن ما ملکت ایمانکم الی ان قال عز من قائلہ یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا۔

ترجمہ۔ اور حلال کی گئیں تمہارے لئے سوائے ان محرمات کے یہ کہ خواستگاری کرو۔ تم اپنے مالوں سے درحالیکہ شوہران حلالی ہو نہ زنا کرنے والے۔ پس جن سے ان میں

سے تم نے متعہ کیا۔ پس دو ان کو ان کے اجر فرض شدہ اور نہیں ہے۔ تم پر کوئی گناہ
جس میں کہ تم دونوں راضی ہو گئے۔ بعد فرض شدہ کے تحقیق اللہ دانائے حکیم ہے۔ اور تم
میں سے جس میں اتنی استطاعت نہیں۔ کہ آزاد ایماندار عورتوں کو نکاح میں لائے۔
پس جس سے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں۔ یعنے ایماندار لونڈیوں سے اللہ
ارادہ کرتا ہے۔ کہ تم سے تخفیف کرے۔ اس لئے کہ انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔
ان آیات میں تمام اقسام کی تحلیل کو بیان کیا ہے۔ اور اخیر میں تخفیف کا اظہار کیا
ہے۔ پس اگر ان آیات میں متعہ کا بیان نہ کیا ہو تو بتلاؤ حالت سفر اور دیگر ایسی حالتوں
کیلئے کیا تخفیف کی ہے۔ ایک اور دلیل جس سے متعہ ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ استمتاع میں
اجر کو فریضہ کہا ہے۔ اور فریضہ بمعنے مفروض (فرض کیا گیا) اور مفروض سابق ہوتا
ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ استمتاع وہ ہے۔ جس میں اجر عقد کے وقت ہی اجر و اجل
کا فرض کرنا واجب ہے۔ لیکن نکاح دائم میں اگر مہر خارجاً بھی مقرر ہو تو نکاح صحیح
رہتا ہے۔ چنانچہ اسی لئے نکاح کنیز میں لفظ فریضہ نہیں فرمایا و اتوھن اجورھن
بالمعروف اور نہ دیگر عورتوں کے نکاح میں واتوا النساء صدقاتھن نحلۃ پ۴ اخیر
(دو عورتوں کو مہر خوشی سے) پس فیما تراضیتم کا مطلب ہوا کہ اگر اجر و اجل مفروض کو
فریقین بہ رضامندی یک دیگر کم یا دیگر یا زیادہ یا ہبہ کریں۔ تو کوئی قدح نہیں پس
ثابت ہوا کہ فما استمتعتم سے متعہ ہی مراد ہے۔ و للہ الحمد علی ما ھدانا

سوال نمبر ۶۔ اہل سنت اعتراض کرتے ہیں۔ کہ شیعوں کے ہاں فرج زن پر بوسہ
دینا جائز ہے۔ تحقیقی اور الزامی جواب بہت جلد تحریر فرما دیں تاکہ اطمینان خاطر ہو۔

جواب۔ فرج جسم کا حصہ ہے۔ پس جیسے شوہر اپنی عورت کے اور اعضاء کا
بوسہ لے سکتا ہے۔ ویسے ہی اسکا بوسہ لینے میں کوئی باس نہیں اگر وہ جگہ طاہر ہو
خداوند عالم فرماتا ہے۔ النساء لباس لکم و انتم لباس لھن یعنی عورتیں تمہارے
لئے لباس ہیں۔ اور تم عورتوں کے لئے لباس ہو۔ لیکن اہل سنت کی مثل تو وہ
ہے۔ کہ اپنا شہتیر بھی نظر نہیں آتا اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھ کر بھی شور مچاتے

ہیں۔ انکے ہاں عجیب عجیب باتیں ہیں۔ اور میں پسند نہیں کرتا۔ کہ ان تمام کو یہاں لکھوں لیکن مشتے نمونہ از خروارے بطور الزام تحریر کی جاتی ہیں۔

(۱) مجموعہ فتاوی مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی جلد اول صہ ۳۴۲ مطبوعہ مطبع یوسفی میں لکھا ہے۔ استفتا ۳۱ - چہ مے فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ زید بوقت اختلاط زوجہ خود پستان در دہن انداختہ و شیر از گلوئے آں رفتہ و ایں امر را قصداً کردہ۔ آیا زوجہ حرام شد یا نہ۔ بینوا و توجروا۔

جواب۔ حرام نہ شد در خزانۃ الروایۃ مے آرد اذا مص الرجل ثدی امرأتہ وشرب لبنہا لم تحرم علیہ لما قلنا انہ لا رضاع بعد الفصال الخ یعنے اگر کوئی اپنی منکوحہ عورت کے پستان عمداً منہ میں لے۔ اور دودھ پیوے۔ تو عورت اس پر حرام نہیں ہوتی ہے۔

(۲) نہج الصدق میں ہے۔ اذا اشتری ذات محرم کامہ وبنتہ و اختہ وعمتہ وخالتہ نسباً ورضاعاً فوطئہا مع العلم بالتحریم قال ابوحنیفہ لا حد علیہ یعنے جب کہ خریدے محرمات نسبی و رضاعی کو مثل ماں بہن عمہ اور خالہ پس ان سے وطی کرے۔ درحالیکہ اسے علم بھی ہو کہ یہ محرم ابدی ہیں۔ بہ سبب نسب کے تو ابوحنیفہ کے نزدیک واطی پر حد نہیں روزبہان نے اسکو اجتہاد ابوحنیفہ تسلیم کیا ہے۔

(۳) ھدایہ باب الوطی من لا یوجب الحد۔ ومن اتی امرأتہ فی الموضع المکروہ او عمل عمل قوم لوط لا حد علیہ عند ابی حنیفہ یعنی جو عورت کی دبر میں یا قوم لوط کیطرح لڑکے کی دبر میں کرے ابوحنیفہ کے نزدیک اسپر حد نہیں ہے

(۴) فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ومن الناس من قال لا یفسد صومہ فی الاستمناء بالکف وھل یباح لہ ان یفعل ذلک فی غیر رمضان ان اراد الشہوۃ لا تباح وان اراد تسکین الشہوۃ قالوا نرجو ان لا یکون یعنے فقہا کے نزدیک جلق سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور غیر رمضان میں اگر بارادہ شہوت

کی جائے تو مباح نہیں لیکن اگر تسکین شہوت کے ارادے ہو تو امید ہے۔ کہ کوئی گناہ نہ ہوگا۔ یہی فتویٰ فتاویٰ برہنہ اور صیام در مختار میں بھی ہے۔ لیکن آخر الذکر کتاب میں یہ بات زاید ہے۔ ویجب یعنی الاستمناء بالکف لو خاف الزنا۔ یعنے اگر خوف زنا ہو تو جلق واجب ہے۔

سوال ۵۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ وضو میں کہ آیا قرآن شریف سے بھی پاؤں کا مسح ثابت ہوتا ہے یا غسل۔ در صورت اول کیا کیا دلائل ہیں۔ اور اہل سنت کی دلیل کیا ہے۔ اور اسکا کیا جواب ہے۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی نے صلوٰۃ القرآن میں غسل رجلین کے ثبوت میں ایک نرالی دلیل ہی لکھی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ارجل پر کسی طرح زیر نہیں آسکتی۔ کیونکہ جرالجوار حالت عطف اور لبس مطالب میں جائز نہیں پس جب ل ارجل پر کسرہ کا آنا ناروا ہوا۔ تو یہ مسح کے نیچے سے نکلیگا۔ اور ارجل کا غسل ثابت ہوا۔ اسکا کیا جواب ہے۔

جواب۔ دراصل آپ کے تین سوال ہیں۔

ا۔ ثبوت مسح پا از قرآن +

ب۔ ادلۂ اہل سنت در غسل رجلین اور انکی تردید۔

ج۔ مولوی چکڑالوی کا جواب۔

ذیل میں ہر ایک سوال کا جواب بہت اختصار سے دیا جاتا ہے۔

(ا) مسح پا ظواہر قرآن سے بلا تاویل ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اہل سنت نخواہی نخواہی الٹ پلٹ کر کے قرآن کو قرائت سے گراکر غسل رجلین ثابت کرتے ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔ یاایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین پ ۶ مائدہ۔

ترجمہ۔ اے ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو اور سر اور پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرو۔ صاف بات ہے کوئی چیستان

نہیں بعمہ نہیں واغسلوا ایک فعل ہے۔ اس کے معمول اور مفعول وجوھکم وایدیکم
اس کے بعد ہی بیان ہوئے ہیں۔ پس اگر ارجلکم بھی اسی کا معمول ہوتا۔ تو یہ بھی
اسی کے بعد ہی آتا نہ کہ دو میل کے فاصلہ پر۔ پس جب ارجلکم کے پہلے ایک دوسرا
عامل ہے۔ تو یقیناً سمجھا جائیگا۔ کہ یہ اسی کا معمول ہے۔ نہ واغسلوا کا۔ اسکی مثال
یوں سمجھئے۔ کہ کوئی کہے عمرو بکر کو مارو اور احمد و زید کو پیار کرو۔ تو اب اگر کوئی کہے کہ زید
مفعول مارو کا یعنے زید پر حکم ضرب ہے۔ تو یقیناً اسکا یہ کہنا اسکی حماقت کا نمونہ
ہے۔ اور یا اگر متکلم کا یہی منشا ہے۔ لیکن اس نے اظہار مندرجہ بالا کلام میں کیا ہے۔
تو سمجھا جائیگا۔ کہ وہ متکلم اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے سے قاصر ہے۔ اور مخاطب کو
مغالطہ میں ڈال رہا ہے۔ جس شق کو اہل سنت چاہیں پسند کر لیں درصورت آخر انہیں
اسلام اور قرآن سے برائت چاہنی ہوگی۔

ارجلکم معطوف ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس کا عطف برؤسکم پر ہے
(جو قریب ہے) یا ایدیکم الی المرافق پر جو کوسوں دور ہے۔ ہر ایک عاقل کہیگا کہ عطف
قریب پر ہونا چاہیئے اور یہی درست ہے۔ اور صدہا مثالیں اسکے ثبوت میں قرآن
سے دی جاسکتی ہیں مثلاً اسی سورہ مائدہ میں ہے۔ وتعاونوا علی البر والتقوی
ولا تعاونوا علے الاثم والعدوان (اعانت کرو ایک دوسرے
کی نیکی اور تقوی پر اور نہ اعانت کرو گناہ اور دشمنی پر) اس آیت میں عدوان کا عطف
(قریب) اثم پر ہے۔ نہ کہ تقوی پر۔ پس جب ارجلکم کا عطف رؤسکم پر ہے ب جارہ
کا ہے۔ جس نے رؤس کے س کو کسرہ دیا ہے ایسا ہی ارجلکم بھی ب عمل مجرور
ہونا چاہیئے۔ پس ارجل کے ل پر بھی کسرہ آیا نہ زبر۔ برؤسکم جار مجرور ملکر متعلق وامسحوا ہیں۔ پس رؤسکم و ارجلکم اپنے جارہ ب سے ملکر متعلق وامسحوا ہوئے اور ان
سے سر اور پاؤں کا مسح ثابت ہوا۔ وہو المقصود۔

سوال نمبر شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی مطبوعہ طہران جزو ۵ صفحہ ۲۳ پہلا
سطر ۳۲ میں ابن میثم نے کتاب علی علیہ السلام الی عثمان بن حنیف الانصاری عامل

بصرہ کی شرح میں مندرجہ ذیل روایت لکھی ہے۔ وروی انہ لما سمع کلامہا
حمد اللہ واثنی علیہ وصلی علی رسولہ ثم قال یا خیرۃ النساء
وابنۃ خیر الآباء واللہ ما عدوت رأی رسول اللہ ولا
عملت الا بامرہ وان الرائد لا یکذب اہلہ قد قلت فابلغت و
اغلظت فاہجرت فغفر اللہ لنا ولک اما بعد فقد دفعت آلات
رسول اللہ ودابتہ الی علی واما ما سوی ذالک فانی سمعت
رسول اللہ یقول انا معشر الانبیاء لا نورث ذہبا ولا فضۃ ولا
ارضا ولا عقارا ولا دارا ولکن نورث الایمان والحکمۃ والعلم
والسنۃ وقد عملت بما امرنی ونصحت فقالت ان رسول اللہ قد وہبہا لی
قال فمن یشہد بذلک فجاء علی ابن ابی طالب وام ایمن فشہدا
لہا بذلک فجاء عمر ابن الخطاب وعبد الرحمن بن عوف فشہدا
ان رسول اللہ یقسمہا فقال ابوبکر صدقت یا ابنۃ رسول اللہ
وصدق علی وصدقت ام ایمن وصدق عمر وصدق عبد الرحمن
وذلک ان لک ما لابیک کان رسول اللہ یاخذ من فدک
قوتکم ویقسم الباقی ویحمل منہ فی سبیل اللہ ولک علی اللہ ان اصنع
بہا کما کان یصنع فرضیت بذلک واخذت العہد علیہ بہ
وکان یاخذ غلتہا فیدفع الیہم منہا ما یکفیہم ثم فعلت الخلفاء
بعد ذلک کذلک الی ان ولی معاویۃ واقطع ثلثہا بعد الحسن
ثم خلصت لہ فی خلافتہ وتداولہا اولادہ الی ان انتہت
الی عمر بن عبد العزیز فردہا فی خلافتہ علی اولاد فاطمہ

کیا یہ روایت شرح میثم میں ہے۔ اور ابن میثم شیعہ تھا یا سنی۔ اور آیا یہ روایت عند الشیعہ مسلم ہے۔ یا نہیں۔ بصورت عدم تسلیم دلیل کیا ہے۔ اگر کوئی اور روایت شرح مذکور میں اسکے مخالف یا موید ہو وہ بھی ارقام فرماویں اور جواب باصواب دیں حاجی محمد از شہر [illegible]

جواب - یہ روایت شرح مذکور میں ہے - اور ابن ہیثم علیہ الرحمۃ کبار علماء شیعہ سے گزرے ہیں لیکن روایت منقولہ عند الشیعہ مسلم نہیں - کیونکہ یہ مرویہ اہل سنت ہے - کتب احادیث شیعہ میں اسکا وجود نہیں پایا جاتا - اور اسکی وضعیت کی دلیل خود اس کے الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے - کیونکہ اس میں لکھا ہے - کہ زہرا سلام اللہ علیہا نے دعویٰ ہبہ فدک کیا تھا - اور حضرت علیؑ اور ام ایمن نے بھی شہادت دی کہ رسول اللہؐ نے فدک ہبہ کیا تھا - جس سے ثابت ہو گیا - کہ ہاں ضرور رسول اللہؐ نے ہبہ کیا ہو گا - کیونکہ خود مدعیہ معصومہ ہے - اس کا ایک شاہد بھی معصوم اور دوسرا شاہد ام ایمن جسکو رسول اللہؐ نے جنت کی بشارت دی - اسلئے خلیفہ کے لئے ضروری تھا - کہ وہ فوراً فدک کو واگزار کرتا لیکن نہیں اس نے عمر و عبد الرحمٰن سے بھی شہادت لی جس سے معلوم ہوا کہ وہ ان ہر سہ کو اس دعویٰ میں کاذب خیال کرتا تھا - ان دونوں نے کہا - کہ رسول اللہؐ آمدنی فدک کو تقسیم کیا کرتے تھے - اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ ہبہ سے پہلے تقسیم کرتے تھے - یا بعد اگر پہلے کرتے تھے - تو ہبہ میں کچھ خلل نہیں - اور اگر بعد ہبہ کرتے تھے - تو آیا مالکانہ طور پر کرتے تھے - یا کس طرح اگر مالکانہ طور سے کرتے تھے - تو یہ محال ہے - کیونکہ ہبہ کرنے سے واہب کی ملکیت سے نکل جاتا ہے - اور اگر غیر مالکانہ حیثیت سے تو بھی ہبہ میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا - تو پھر ابوبکر نے کیوں فدک کو واگزار نہیں کیا - باوجود اس کے پھر حضرت زہراؑ فیصلہ ابوبکر پر کس طرح راضی ہوئیں - اس سے حضرت کی طبیعت کا (نعوذ باللہ) چھچھورا پن ظاہر ہوتا ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے - کہ راوی اسکا شیعہ نہیں - بلکہ مبغض اہل بیت ہے -

اس روایت کو سید مرتضیٰ علم الہدیٰ علیہ الرحمۃ نے بھی بطریق اہل سنت لکھا ہے کما نقل قولہ ابن ابی الحدید فی جزء ۱۶ شرح نہج البلاغۃ قبل الروایۃ المنقولۃ وقال فقد روی اکثر رواۃ الذین لا یتہمون بتشیع ولا عصبیۃ فیہ من کلامہا فی تلک الحال وبعد انصرافہا عن مقام المنازعۃ والمطالبۃ ما یدل علی ما ذکرناہ من سخطہا وغضبہا

اس روایت کو خود ابن الحدید نے بھی جلد ۴ جزء ۱۶ کتاب علی الی عثمان بن حنیف الانصاری عامل بصرہ فصل اول میں ابوبکر جوہری کی کتاب السقیفہ والفدک سے لکھا ہے۔ اور اس فصل کے ابتدا میں لکھا ہے۔ فصل اول فیما ورد من الاخبار والسیر المنقولۃ من افواہ اہل الحدیث وکتبھم لا من کتب الشیعۃ

خود ابن میثم نے شرح خط مذکور میں فدک کے متعلق اصل قول جناب امیر کے بعد لکھا ہے۔ ثم المشہور بین الشیعۃ والمتفق علیہ عندھم اور اس کے بعد دعویٰ فاطمہ شہادت ام ایمن و علی۔ جواب ابوبکر خطبۂ وعظ و پند زہرا اور اس کے اثنا میں فرمانا اللہ ان ترث یا ابن ابی قحافۃ اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا پھر قبر رسولؐ کی طرف منہ کر کے کچھ اشعار پڑھے جنکا آخری مصرعہ یہ ہے۔ اذا غبت عنا فنحن الیوم مغتصب پھر انصار کو خطاب فرمایا اور اثنائے تقریر میں کہنا کہ ان لوگوں کو خدا نے رسولؐ کے مرنے سے پہلے ہی انکے سوء حال سے مطلع کیا تھا۔ کما قال وما محمد الا رسول من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم وآخیر میں فرمایا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون پھر ابن میثم نے لکھا ہے۔ ثم رجعت الی بیتھا واقسمت ان لا تکلم ابابکر ولیدعون علیہ ولم تزل کذلک حتی حضرتھا الوفاۃ فاوصت ان لا یصلی علیھا فصلی علیھا العباس ودفنت لیلا یہ ہے روایت متفقہ شیعہ جس سے حضرت فاطمہ کا غضب حضرت ابوبکر پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد روایت محولہ کو ردی لکھکر لکھا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ روایت اہل سنت ہے۔

ابن ابی الحدید لکھتا ہے۔ ولست اعتقد انھا انصرفت راضیۃ کما قال قاضی القضاۃ بل اعلم انھا انصرفت ساخطۃ وماتت وھی علی ابی بکر واجدۃ ولاکن لا عن ھذا الخبر بل اخبار اخر کان الاولی بالمرتضی ان یحتج بھا علی ما یرویہ فی انصرافھا ساخطۃ وموتھا علی ذالک السخط واما ھذا الخبر فلا یدل علی ھذا المطلوب۔

یہ قول روایت مذکورہ کے بعد ابن ابی الحدید نے لکھا ہے۔ پس اگر یہ روایت شیعوں کی ہوتی تو ابن ابی الحدید ضرور لکھتا۔ کہ یہ روایت شیعہ کی ہے۔

اب اصل خط کے فقرات کو لیجئے۔ امام نے فرمایا۔ فواللہ ما کنزت من دنیا کم تبرا ولا ادخرت من غنائمها وفرا ولا اعددت لبالی ثوبی طمرا بلی کانت فی ایدینا فدک من کل ما اظلتہ السماء فشحت علیها نفوس قوم وسخت عنها نفوس قوم آخرین ونعم الحکم اللہ وما اصنع بفدک وغیر فدک والنفس مظانها فی غد جدث

نہج البلاغۃ جزء ثانی صفحہ ۳۴ مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ۔ واللہ میں نے تمہاری دنیا میں سے کسی غیر مسکوکہ چیز کو جمع نہیں کیا۔ اس دنیا کی غنیمتوں میں سے مال کثیر کو ذخیرہ نہیں کیا۔ میں نے اپنے دو پرانے کپڑوں کے لئے کوئی نیا جامہ مہیا نہیں کر رکھا۔ البتہ ان اشیاء و اموال سے جن پر آسمان نے سایہ کیا ہے۔ صرف فدک ہمارے تصرف میں تھا۔ کہ ایک قوم کے نفوس نے اسے واگزار کرنے میں بخل اختیار کیا۔ اور دوسرے گروہ کے نفوس (صاحبان حق) اس پر بخشش اور سخاوت سے کام لیکر بیٹھ رہے۔ خیر اسبات کا اللہ اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے۔ اور میں فدک کو لیکر کیا کرونگا۔ حالانکہ نفس کی جگہ بروز فردا قبر میں ہے۔ انتہیٰ۔ ابن میثم نے اسکے بعد لکھا ہے وذکرها فی معرض حکایتہ حالہ وحال القوم معہ علی سبیل التشکی والتظلم فمما اخذها عنهم الی اللہ

سوال نمبر ۹ سجدہ گاہ خشتی یا خاک کربلا پر سجدہ کرنے میں مخالفین اعتراض کرتے ہیں۔ اور ہم کو عامل بدعت اور مشرک کہتے ہیں۔ اس لئے آپ للہ کتب اہل سنت سے اسکا جواب دیں۔

الجواب۔ واضح ہو کہ شرک اسوقت ہو جبکہ سجدہ گاہ کو سجدہ کیا جائے۔ حالانکہ شیعہ سجدہ گاہ پر پیشانی رکھ کر سبحان ربی الاعلی وبحمدہ کہتے ہیں۔ اسلئے اعتراض کا یہ حصہ لغو ٹھیرا۔ اب ہم ذیل میں کتب اہل سنت سے ثابت کئے دیتے ہیں۔ کہ حضرت سرور کائنات علیہ آلاف التحیات سجدہ گاہ پر سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور اسلئے

شیعوں کا یہ فعل بدعت نہیں بلکہ سنت ہے۔ اور شیعہ عامل بدعت نہیں بلکہ حضرات معترضین تارک سنت ہیں۔

بخاری جلد اول کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ علی الخمرۃ عن میمونہ قالت کان رسول اللہ یصلی علی الخمرہ۔

(۲) ایضاً کتاب الحیض صہ ۲۳ حدیث آخری عن عبد اللہ بن شداد قال سمعت خالتی میمونہ زوج النبیؐ انہا تکون حائضاً لا یصلی وھی مفترشۃ بحذاء مسجد رسول اللہ وھو یصلے علے الخمرۃ اذا سجد اصابنی بعض ثوبہ

(۳) ایضاً کتاب الصلوۃ باب اذا اصاب ثوب المصلے امراءۃ اذا سجد عن میمونہ قالت کان رسول اللہ یصلے وانا حذاءہ وانا حائض وربما اصابنی ثوبہ اذا سجد قالت کان رسولؐ اللہ یصلی علی الخمرہ خلاصہ مطلوب ان تین حدیثوں کا یہ ہے۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ خمرہ پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

(۴) ترمذی۔ باب ماجاء فی الصلوۃ علی الخمرۃ صہ ۴۶ عن ابن عباس قال کان رسولؐ اللہ یصلی علی الخمرۃ قال ابو عیسےٰ حدیث ابن عباس حدیث حسن صحیح وبہ یقول بعض اھل العلم وقال احمد واسحاق قد ثبت عن النبی الصلوۃ علی الخمرۃ

ترجمہ۔ ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ حضرت پیغمبرؐ خمرہ پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابو عیسےٰ کہتا ہے۔ کہ حدیث حسن صحیح ہے۔ کہ یہی بعض اہل علم کا بھی قول ہے۔ اور احمد واسحاق فرماتے ہیں کہ تحقیق ثابت ہوچکا ہے۔ کہ حضور انور خمرہ پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

(۵) ترمذی۔ باب ماجاء فی الحائض تتناول الشیئ من المسجد عن عائشۃ قالت قال لی رسولؐ اللہ صلعم ناولینی

الخمرۃ من المسجد قالت قلت انی حائض قال ان حیضتک لیست فی یدک وفی الباب عن ابن عمرؓ وابی ھریرۃ۔

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ حضرت رسول اللہؐ نے مجھے مسجد سے خمرہ لانے کو کہا۔ میں نے کہا کہ میں حائض ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں اور اسی باب میں ابن عمر اور ابوہریرہ سے بھی یہی روایت ہے۔

(۶) سنن ابی داؤد ایضاً

(۷) مسلم میں بھی بعینہٖ یہی الفاظ ہیں۔

(۸) تسہیل القاری پارہ دوم کتاب الغسل کی آخری احادیث میں احمد حنبل اور نسائی نے ام المومنین میمونہ سے روایت کی ہے۔ کہ آں حضرتؐ ہم میں سے ایک کے پاس آتے اور اپنا سر مبارک اسکی گود میں رکھتے اور قرآن مجید پڑھتے اور وہ بی بی حائضہ ہوتی۔ پھر ہم سے ایک بی بی آپ کے لئے خمرہ لاتی یہاں تک اسکا سنت پیغمبر ہونا ثابت ہوا۔ اب عمل صحابہ و تابعین ملاحظہ کریں۔

(۹) موطا امام مالک باب جامع الغسل الجنابۃ میں نافع سے روایت ہے۔ قال ان ابن عمر کان یغسل جواریۃ رجلیہ ویعطیہ الخمرۃ وھن حیض یعنے ابن عمر کی لونڈیاں ان کے پاؤں دھوتیں اور پھر انہیں خمرہ دیا کرتیں۔ حالانکہ وہ خود حیض دار ہوتیں۔

(۱۰) قسطلانی نے بخاری کے باب الصلوۃ فی السطوح والمنبر والخشب کی شرح میں ابن مسعود اور ابن عمر کی یہ روایت لکھی ہے۔ کہ یہ دونوں جب کشتی میں سوار ہوتے تو ایک ایک اینٹ سجدگاہ کے لئے اپنے ساتھ رکھتے۔

(۱۱) اور اسی شرح میں مرقوم ہے۔ کہ عمر ابن عبدالعزیزؒ۔ انکے لئے سجدگاہ لائی جاتی تھی۔

خمرہ کے معنی مندرجہ ذیل کتب لغت کو دیکھنے سے مدعا ثابت ہوتا ہے۔

(۱) تیسیر الوصول فی جامع الاصول خمرہ ہتھیلی کے برابر

برابر سجدگاہ ہے۔

(۲) جوہری۔ خمرہ کھجور کی چھال کے چھوٹے سجادے کو کہتے ہیں۔ جو سجدہ کے موافق ہوتا ہے۔ اور اگر اسقدر بڑا ہو کہ نمازی کا سارا جسم اس پر آجائے۔ یا اس پر لیٹ سکے۔ تو اسکو حصیر کہتے ہیں۔ اور ایسا ہی ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں لکھا ہے۔

(۳) مصباح المنیر ص۱۱۳ الخمرة وزان غرفة حصير صغيرة قدر ما يسجد عليه۔

(۴) امام خطابی فرماتے ہیں۔ کہ خمرہ منہ کے برابر کی سجدگاہ ہوتی ہے۔ کمافی شروح البخاری۔

(۵) مشارق الانوار۔ خمرہ اتنا بڑا ہوتا ہے۔ کہ اسپر منہ اور ناک آتی ہے۔

(۶) مجمع بحار الانوار مصنفہ شیخ محمد طاہر گجراتی مطبوعہ نولکشور باب النخا مع المیم ص۳۰۰ سطر۱۶ وفيه ناولينى الخمرة من المسجد هي مقدار ما يضع عليه وجهه في سجوده الى ان قال منهاج يعني في شرح جامع الاصول وهي التي يسجد عليها الان الشيعة الخ

خلاصہ یہ ہے۔ کہ خمرہ اتنا ہوتا ہے۔ کہ جسپر سجدہ میں منہ رکھا جائے۔ اور شارح جامع الاصول فرماتے ہیں۔ کہ خمرہ یہی ہے۔ جس پر اسوقت شیعہ سجدہ کرتے ہیں۔

سوال۔ آریہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان منکر شرک ہو کر پھر نماز میں کعبہ پرستی کرتے ہیں کیونکہ کعبہ کیطرف منہ کر کے عبادت کرنا سراپا بت پرستی ہے۔ مہربانی فرما کر اس کا حقیقی اور الزامی جواب بہت جلد دیں۔

جواب۔ مسلمان کعبہ پرست نہیں خدا پرست ہیں۔ اگر کسی جہت کی طرف رخ کر کے عبادت کرنا شرک اور بت پرستی ہے۔ تو آریہ بھی اس سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ وہ بھی سندھیا (نماز) میں کسی جہت کو رخ کرتے ہیں۔ اور ہون میں آگ کی طرف منہ کر کے وید منتروں کا پاٹ کرتے ہیں۔ علاوہ بریں منو ۲۔ اشلوک ۷۵ میں ہے۔

پورب منہ کش کے آسن پر بیٹھکر پوتر منتر سے پوتر ہو کر تین بار پرنام کر کے تب اڈکار کہنے کے لایق ہوتا ہے۔ اس میں آریوں کو پورب کی عبادت کرنے کا حکم ہے۔ تو وہ بقول خود پورب پرست بت پرست ہوئے۔ اب تحقیقی جواب ملاحظہ کریں۔ استقبال کعبہ بت پرستی نہیں۔ کیونکہ

(۱) اگر کعبہ کی پرستش منظور ہوتی تو نماز کی نیت میں ضرور اس کا ذکر ہوتا۔ حالانکہ نیت میں قربتہً الی اللہ ہے۔

(۲) اگر اسلام میں کعبہ کی عبادت ہوتی تو نماز مکہ معظمہ اور عین کعبہ کے سامنے ہی جائز ہوتی جیسے بت پرست بتوں کو سامنے رکھکر انکی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں

(۳) اگر مسلمان کعبہ کے عابد ہوتے تو انکی نماز امریکہ میں اور ہمالیہ کی بلند چوٹیوں پر جائز ہی نہ ہوتی کیونکہ وہاں کعبہ ان کے عین مقابل نہیں۔ لیکن وہاں بھی سمت کعبہ کیطرف رخ کرکے نماز ہوسکتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص مکہ کے کسی پہاڑ پر یا کسی چاہ عمیق میں نماز پڑھے اسکی نماز بھی صحیح ہے۔ اگرچہ وہ لائن جو اسکے دو قدموں کے درمیان سے میان پیشانی تک کھینچی جائے۔ عین کعبہ کو نہ لگے بلکہ اس مقام کو لگے جو حکم خانہ کعبہ میں ہے۔

(۴) اگر خدانخواستہ کعبہ کی دیواریں منہدم ہوجائیں جیسے عبداللہ بن زبیر کے وقت میں ہؤا۔ تو بھی ہماری نماز ہوسکتی ہے۔ حالانکہ اگر یہ معبود و مسجود ہوتیں تو ان کے گرنے سے نماز موقوف ہوجانی چاہیئے تھی۔

(۵) کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ اور مسجد کو بھی بیت اللہ گویا بیت اللہ کے معنی مسجد ہیں۔ اور مسجد جائے سجود خدا کو کہتے ہیں۔ نہ مسجود کو اور ہمارے خدا کا حکم ہے۔ کہ ہم مساجد میں اسی کو پکاریں۔ اور اسکی عبادت کریں۔ وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا ۲ یعنے مسجدیں اللہ کے لئے ہیں۔ پس اسکے سوا کسی غیر کو نہ پکارو۔ اور دیکھئے کہ کعبہ کی طرف رخ کرنا ہی مدار نجات نہیں چنانچہ ارشاد باری ہے۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ الخ یعنی نیکی اسی میں نہیں کہ تم چہرہ انکو مشرق اور مغرب کیطرف پھیرو لیکن نیکی اس کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے

(٦) ظاہری رخ کعبہ کی طرف کر کے مقصود خداوند عالم ہی ہوتا ہے۔ اور رخ باطنی اسی کی طرف ہوتا ہے۔ چنانچہ ابتدار نماز میں یہ دعا پڑھتے ہیں۔ وجہت وجہی للذی فطر السموٰت والارض یعنے میں نے اپنا منہ اور رخ باطنی اللہ کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔

سوال۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی اہل قرآن کا الوہیت۔ نبوت اور ملائکہ میں کیا اعتقاد ہے۔

جواب۔ خدا کی نسبت اعتقاد۔ حجۃ الاسلام بجواب ترک الاسلام صفحہ ٢٧ میں مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی لکھتے ہیں۔ کہ ہم کتب لغت سے ثابت کر آئے ہیں۔ کہ کرسی کے معنے علم الٰہی اور قدرت الٰہی وغیرہ کے ہیں۔ تو اس سے خدا کا علم اور قدرت ہر جگہ ثابت ہوئی۔ نہ کہ معاذ اللہ خدا کا وجود اور ذات ہر جگہ موجود ہے ورنہ بتائیں کہ خدا وجود اور ذات تمام جہان کے پاخانوں اور پیشاب کی نالیوں ٹٹیوں اور ہر ایک عفونت اور بدبودار مکان میں موجود ہوتی ہے۔ اور جس جگہ پر جا کر سارے شہر کے بازار کی گندگی خاکروب ڈالتے ہیں۔ تو خدا پھر اس تمام گندگی کے نیچے دب جاتا ہوگا۔ توبہ۔ معاذ اللہ حاشا اللہ یہ ہے۔ آپ کی سمجھ معاذ اللہ ایسا ہرگز نہیں۔ خدا کا وجود ہر جگہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت ہے۔ بلکہ جس طرح اسکی ذات مطابق لیس کمثلہ شئی کے بے مثل اور بے نظیر ہے۔ ویسے ہی اسکی جملہ صفات خصوصاً اس کا عظیم الشان مکان اور جلیل القدر مقام بھی ہر طرح سے بے مثل ہے۔ وہیں سے اسکا حکم و انتظام و تدبیر تمام مخلوقات میں جاری اور فرمان نافذ ہوتا رہتا ہے۔ جیسا کہ بلا تشبیہ ہمارے بادشاہ وقت کا وجود صرف انگلستان ہی میں موجود ہے۔ ہر جگہ نہیں مگر حکم اور فرمان ہندوستان پنجاب برہما وغیرہ ممالک میں بھی نافذ ہے۔ ایک اور مثال لیجئے کہ ہماری نظر ایک دور دراز جگہ تک پہنچ سکتی ہے۔ تو اس سے یہ ثابت اور لازم نہیں آتا۔ کہ ہمارا وجود بھی اس جگہ پر موجود ہو۔ جیسا کہ ادنےٰ سے ادنےٰ آدمی کی نظر آسمان تک جا سکتی ہے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسکا وجود بھی آسمانوں کے ساتھ چپٹا ہوا ہے اسی طرح

خدا کے علم اور قدرت اور سلطنت اور تدبیر وغیرہ نے زمین آسمان اور دیگر کل اشیار
کو گھیرا ہوا ہے۔ مگر خدا کا وجود پاک بے مثل ہر جگہ موجود نہیں ہوتا۔ چنانچہ خود پ۲۱ ع۱۴
میں فرماتا ہے۔ یدبر الامر من السماء الی الارض۔

ترجمہ۔ تمام روئے زمین کے انتظام اور تدبیر اپنی کمال صفات جامع کمالات بلند
مکان ہی سے کرتا رہتا ہے۔

دوسری آیت اس مدعا پر کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہر جگہ موجود نہیں ہوتا یہ ہے۔ کہ جو پارہ ۲۹
ع۲۶ میں ہے۔ ءامنتم فی السماء یعنے کیا تم اس خدا سے نہیں ڈرتے جو اوپر
کامل صفات جامع کمالات بے مثل بلند مکان کے ہے الخ۔

یہ ہے اس فرقہ کا اعتقاد الوہیت میں انہوں نے خدا کو جسمانی سمجھ رکھا ہے۔
کہ اسکا گن رگی کے نیچے دبنا تجویز کرتے ہیں۔ ارے میاں! جیسے اسکی ذات لیس
کمثلہ شئ ہے ویسے ہی ہر جگہ موجودگی بھی دوسری اشیار کی طرح نہیں۔ آسماں
کے اوپر خدا کا وجود ماننے سے وہ محمول سمار ہو جاتا ہے۔ اور یہ ضعف قدرت پر دال ہے
اسکی ذات ہر جگہ موجود ہے۔ لیکن مکان اس کو گھیر نہیں سکتا۔ اور نہ یہ موجودگی مانند جوگی
ممکنات ہے۔ لیس کمثلہ شئ مایکون من نجویٰ ثلثۃ
الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم الخ ھو الذی
فی السماء الہ وفی الارض الہ۔

اعتقاد در بارہ انبیار علیہم السلام اشاعۃ القرآن بجواب اشاعۃ
السنۃ ص۲۳ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی
القی الشیطان فی امنیتہ ۔ پ۱۷ ع۱۴ ترجمہ اردو (اے رسول) تجھ
سے پہلے بھی ہم نے کوئی ایسا اپنا رسول یا نبی نہیں بھیجا۔ (جس کی یہ حالت نہ ہوئی
ہو کہ) جب کبھی اس نے کسی مسئلہ دین میں اپنا آرزو (خیال و قیاس) کیا تو شیطانی
خیال نے اسکے قیاس میں ضرور ہی دخل دیا پس اللہ شیطانی خیال کے دخل کو منسوخ
کر دیتا رہا۔ اور پھر اپنی کتاب کی آیات کو محکم فرماتا رہا مطابق آیات بالا دوسرے

رسولوں کی طرح رسول اللہ کی زبان مبارک سے بھی دینِ اسلام متعلق دو چیزیں ظاہر ہوتی تھیں۔ یا تو کتاب اللہ اور یا سہواً کوئی آپ کا اپنا خیال و آرزو جس میں القاء شیطانی موجود ہوتا تھا۔ پس آپ کی آرزو کو اللہ تعالیٰ منسوخ کر کے اپنی کتاب کی آیتوں کو ثابت کرتا رہا ہے۔ رسول اللہ کے تمام زمانہ رسالت میں دینِ اسلام میں جس قدر ایسے خیالات و آرزو سہواً آپکی زبان مبارک سے ظاہر ہوئے ہیں۔ خاکسار کے علم کے مطابق انکی تعداد اٹھارہ سے زیادہ نہیں۔ کم ہو تو ہو۔ الخ

یہ عقیدہ منافی عصمت انبیاء علیہم السلام اور خلاف تعلیم قرآن ہے۔ کیونکہ قرآن میں ارشاد ہے۔ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان یعنے اے شیطان! میرے خاص بندوں (انبیاء و اولیاء) پر تجھے (عمداً سہواً) کوئی قابو نہیں ہے۔ اور رسول ص پاک کے حق میں ارشاد ہے۔ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ یعنے نہیں بولتا رسول ص خواہش نفسانی سے بلکہ جو بولتا ہے۔ وہ وحی ہوتی ہے۔ جو اسکی طرف کی جاتی ہے۔ ہمیں تعجب آتا ہے۔ مولوی چکڑالوی صاحب کے حافظہ پر کہ انہوں نے خود بیان احادیث میں متمسکین احادیث پر مسلم کے باب جواز لعن الشیطان فی اثناء الصلوٰۃ کی اس حدیث ابوہریرہ پر اعتراض کیا ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ ایک شریر جن پچھلی رات کو مجھے پکڑنے لگا میری نماز توڑنے کیلئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو میرے قابو میں کر دیا۔" وہ اعتراض برھان الفرقان علی صلوٰۃ القرآن ص ۲۱۶ میں یہ ہے ان ہر سہ احادیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شیطان عمر سے بہت ڈرتا تھا۔ اگر راستے میں کہیں انکی شکل پاتا۔ تو مارے ڈر کے وہ راستہ چھوڑ دیتا۔ اور کسی اور طرف بھاگ جاتا۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ یہ بدذات رسول اللہ ص سے بالکل نہیں ڈرتا تھا۔ بلکہ آپکے ساتھ اس قدر دلیری۔ گستاخی۔ بیباکی اور شرارت سے پیش آتا تھا۔ کہ نماز میں آپ پر حملہ کر دیتا تھا۔ اور آگ کے شعلے سے آپکا منہ مبارک جلانے کو دوڑتا تھا۔ اور آپ کے مضطربانہ اور بار بار کی لعنت کے باوجود بھی پیچھا نہیں چھوڑتا تھا۔ سبحانک ھذا بہتان مبین۔ ھذا افک مبین۔ یہ لیجئے شیطان

کے ایک حملہ سے تو یہ برافروختگی اور خود یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ شیطان نے افضل الرسلؐ پر اٹھارہ حملے کئے اور اٹھاروں میں رسول اللہ الفارق رحمانی و شیطانی میں تمیز نہ کر سکے اور شیطان کامیاب ہوا۔ صرف اللہ میاں کی مہربانی ہوئی کہ اس نے وساوس کو منسوخ کر دیا۔

حجۃ الاسلام جواب ترک اسلام ہر میاں ۲۸ آیات مذکورہ بالا سے محقق و تیقن طور پر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ برے کام کرنے سے اول ہی سے بری اور پاک ہے۔ چونکہ ابراہیمؑ سے بلا سبب بیٹے کا ذبح کرانا معصوم کا خون گرانا برا کام ہے۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں کیا۔ اور بالفرض یہ حکم دیتا تو پھر اسکو ہرگز نہ بدلتا بلکہ کرہی دکھاتا۔ اصلی اور حقیقی بات یہ ہے۔ کہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنیکا ابراہیمؑ کو حکم کیا۔ اور نہ ہی بدلا۔ پھر صرف ابراہیم علیہ السلام کی اپنی خطا اور غلطی تھی جسکو علیم بذات الصدور عالم الغیوب نے منسوخ کر دیا۔ مطابق۔ عفا اللہ عنك الخ پ ۱۰ ع ۳۔ قد سمع اللہ قول التی تجادلك الخ پ ۲۸ ع ۱ قال یا نوح انه لیس من اهلك پ ۱۲ ع ۴۔ قد كانت لكم اسوة حسنة فی ابراهیم الخ پ ۲۸ ع ۲۔ آیات مذکورہ بالا سے ظاہر اور باہر طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسل اور انبیاء سے بھی خطا اور غلطی ہوا کرتی ہے۔ مگر رب العالمین خود ہی بمقتضائے مصلحت و تربیت انکی خطا اور غلطی کو رد کر دیتا ہے۔ بلکہ اسکی اصلاح بھی فرما دیتا ہے۔ چونکہ فرزند ذبح کرنے میں ابراہیم علیہ السلام سراسر خطا اور غلطی پر تھے۔ اسی سبب سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے انکی غلطی کو منسوخ و موقوف فرما دیا ہے۔ جیسا کہ ابھی ترجمہ آیت ہذا میں ظاہر کیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس لئے ہم ان آیات کو لکھکر پھر ترجمہ بھی کر دیتے ہیں۔ تا کہ اسکی حق پرستی ظاہر و باہر ہو جاوے۔ جن آیات پر اس نے حملہ کیا وہ یہ ہیں۔

فبشرناه بغلام حلیم فلما بلغ معه السعی قال یبنی انی اری فی المنام انی اذبحك فانظر ماذا تری قال یابت افعل ما تؤمر ستجدنی

انشاء الله من الصابرین۔ فلما اسلما وتلہ للجبین وناديناه ان یا ابراهيم قد صدقت الرءیا انا کذلک نجزی المحسنین ان هذا لهو البلاء المبین وفدیناه بذبح عظیم و ترکنا علیہ فی الاخرین سلام علی ابراہیم۔ پ ۲۳- ۶- ۷-

ترجمہ۔ پس خوشخبری دی ہم نے ابراہیمؑ کو عظیم الشان لڑکے کی جو بہت ہی بردبار ہو گا۔ پھر جب پہنچا اس کے ساتھ اسکی کوشش کو (جبکہ رسول ہو چکا) کہا ابراہیمؑ نے اے بیٹے میرے تحقیق میں دیکھتا ہوں۔ اپنی خواب کہ میں تجھکو ذبح کروں۔ پس سوچ تو کیا صلاح دیتا ہے۔ تو کہا اے میرے باپ کر جو کچھ کہ حکم کیا جاتا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا۔ تو ضرور مجھ کو صبر کرنیوالوں سے پائیگا۔ پھر جب دونوں نے حکم مانا۔ اور لٹایا۔ اسکو ماتھے کے بل روکر دیا ہم نے اسکے باطل خواب کو اور آگاہ کیا ہم نے اس کو کہ اے ابراہیمؑ (کیا) تحقیق سچ کر دکھا دیا تو نے اپنا باطل خواب۔ (ایسا مت کر) تحقیق ہمارا یہی شان ہے کہ اسطرح جزا دلویں ہم نیکیوں کی۔ تحقیق یہی بھاری مصیبت بالکل ظاہر تھی۔ (اور ابراہیمؑ کی روشن غلطی تھی) پس قربانی کرائی ہم نے اس سے ساتھ کامل عمر جانور بڑے جسم والے کے الخ

یہ ہے اہل قرآن کی قرآن دانی۔ مندرجہ بالا عبارت میں تمام انبیاؑ کی غلطیاں ثابت کی گئی ہیں۔ کہ یہ ایک مقر رسالت مسلمان کی شان ہو سکتی ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے اللہ کے پیارے رسول کو قتل عمداً کا مرتکب ثابت کیا گیا ہے۔ اور قتل عمد بھی کسی معمولی انسان نہیں بلکہ اسمٰعیلؑ کا جو بقول انکے اس وقت رسول بھی تھے۔ گویا نہ صرف ابراہیمؑ ہی سے غلطی ہوئی بلکہ اسمٰعیلؑ سے بھی جنہوں نے اپنے والد کو یہ غلطی نہ سمجھائی۔ بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ دونوں باپ بیٹے اللہ کے رسول وسوسہ شیطانی کو حکم ربانی سمجھے حالانکہ خدا فرماتا ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ یعنے اللہ رسالت کا موضع و موقع دیکھ کر یہ رتبہ عالیہ عنایت کرتا ہے۔ نہ کہ ایرے غیرے نتھو خیرے کو۔ ان جملوں پہ غور کریں۔ جنپر خط کھینچے

گئے ہیں۔ پھر جب دونوں نے حکم مانا اگر یہ حکم خدائی تھا۔ تو ہو المقصود ان کا عال حکم خدا اور بے خطا ہونا ثابت ہوا۔ اور اگر شیطان کا تھا۔ تو یہ آیت ان عبادی لیس لک علیہم سلطان اور لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین کے صریحاً مخالف ہے۔

رد کر دیا ہم نے اس کے باطل خواب کو یہ قرآن پر افترا و بہتان ہے۔ قرآن میں ایسا کوئی لفظ نہیں قد صدقت الرؤیا میں از طرف خود ہمزہ استفہام مقدر نکال کر کیا تحقیق سچ کر دکھایا۔ تو نے اپنا باطل خواب ترجمہ کیا۔ جو صریحی باطل ہے۔ افسوس تو ہمیں ان کی سمجھ پر آتا ہے۔ کہ خدا اس فعل کے بعد انا کذالک نجزی المحسنین فرما کر ابراہیمؑ کے اس فعل کے حسن اور نیک ہونیکی طرف اشارہ کرکے ابراہیمؑ کو نیکو کاروں سے شمار کر کے جزائے نیک کا وعدہ دیتا ہے۔ اور مولوی چکڑالوی صاحب خلاف منطوق قرآن ابراہیمؑ کو خطا کار بتلاتے ہیں۔ ھذا بہتان مبین

رسول اللہ سے بڑھکر علم والے اور چکڑالوی صاحب کی اختراع بیانی

برھان الفرقان علی صلوٰۃ القرآن صفحہ ۲۳۶ فٹ نوٹ نمبرا

رسول اللہ کو ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اگر کبھی تجھ کو قرآن کے کسی مسئلہ میں شک پڑ جائے تو ان لوگوں سے پوچھ لینا جو تجھ سے پہلے آسمانی کتابیں پڑھتے ہیں۔ دیکھو پ ۱۱ ۱۵۶ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زمانے میں پہلی کتابوں کے پڑھنے والے ایسے عالم ربانی بھی موجود تھے۔ کہ آپ کو بھی اگر کبھی شک پڑ جاتا۔ تو وہ رفع کر سکتے تھے الخ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اہل کتاب کے علماء حضرت رسول کریمؐ سے زیادہ عالم تھے۔ حالانکہ خود ہی حجۃ الاسلام صفحہ ۲۱۳ میں لکھتے ہیں۔ فی الواقع لنفس الامر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام روئے زمین کے لوگوں سے اعلیٰ درجہ اول نمبر کے عالم و فاضل تھے الخ۔

ہم نے انسے انکا سبب پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ بھی پانچ تکبیر کہا کرتے تھے۔

اور ہدایہ مترجم مطبوعہ مطبع نولکشور صفحہ ۱۶۲ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہؐ تمام عمر پانچ تکبیر نماز جنازہ میں پڑھتے رہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر اربعا فی اٰخر صلوٰۃ صلیہا فنسخت ما قبلہا ولو کبر الامام خمسا لم یتابعہ الموتم خلافا لزفر لانہ منسوخ لما ذکرنا یعنی حضرت نے جو آخری نماز جنازہ پڑھی اسمیں چار تکبیریں کہیں۔ پس جو کچھ اس کے پہلے تھا منسوخ ہوگیا۔ اور اگر امام پانچ تکبیر کہے تو ماموم اسکا اتباع نہ کرے خلاف زفر کیونکہ یہ منسوخ ہے حذیفہ یمانی سے روایت ہے۔ ان النبی فعل ذالک وکبر علی علیہ السلام علی السہل بن حنیف خمسا وکان اصحاب معاذ یکبرون علی الجنازۃ خمسا۔ یعنی تحقیق حضرت نبیؐ نے ایسا کیا۔ اور تکبیر کہی۔ حضرت علیؓ نے سہل بن حنیف پر پانچ دفعہ اور اصحاب معاذ جنازہ پر پانچ تکبیر کہا کرتے تھے۔ حضور پیغمبرؐ سے روایت ہے کہ آپنے حضرت حمزہؓ کے جنازہ پر ستر تکبیریں کہیں۔ اور نیز ایک روایت ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے سہل بن حنیف پچیس تکبیریں کہیں لیکن یہ تکبیریں متعدد نمازوں میں تھیں۔ گویا اول الذکر پر چودہ اور آخر الذکر پر پانچ نمازیں ہوئیں۔ ابن القیم نے زاد المعاد جلد اول صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور میں لکھا ہے۔ وکان صلی اللہ علیہ وسلم یامر باخلاص الدعاء للمیت وکان یکبر اربع تکبیرات وصح عنہ انہ کبر خمسا وکان الصحابہ بعدہ یکبرون اربعا وخمسا وستا فکبر زید بن ارقم خمسا وذکر ان النبی کبرہا ذکرہ مسلم وکبر الامام علی ابن طالب رضی اللہ عنہ سہل بن حنیف ستا وکان یکبر علی اہل بدر ستا وعلی غیرہم من الصحابۃ خمسا وعلی سائر الناس اربعا ذکرہ الدارقطنی وذکرہ سعید بن منصور عن الحکم عن ابن عیینہ انہ قال کانوا یکبرون علی اہل بدر خمسا وستا وسبعا وھذہ اٰثار صحیحۃ فلا موجب للمنع منہا والنبی لم یمنع مما زاد علی اربعۃ بل

فلذا هو واصحابه من بعده والذين منعوا من الزيادة على اربع منهم من
احتج بحديث ابن عباس ان اخر جنازة صلى عليها النبي كبر اربعا قالوا و
هذا اخر الامرين وانما يوخذ بالاخر فالاخر من فعله صلى الله عليه وسلم وهذا
الحديث قد قال الخلال في العلل اخبرني حارث قال سئل الامام احمد عن
حديث ابي المليح عن ميمون عن ابن عباس فذكر الحديث فقال احمد هذا الكذاب
ليس له اصل انما رواه محمد بن زياد الطحان وكان يضع الحديث واحتجوا بان
ميمون بن مهران روى عن ابن عباس ان الملائكة لما صلت على ادم
فكبرت اربعا وقالوا تلك سنتكم يا بني ادم وهذا الحديث قد قال فيه الاثرم
جرى ذكر محمد بن معاوية النيسابوري الذي كان بمكة فسمعت ابا عبد الله
قال رأيت احاديثه موضوعة فذكر منها عن ابي المليح عن ميمون بن مهران
عن ابن عباس ان الملائكة صلت على ادم فكبرت عليه اربعا واستعظمه
ابو عبد الله وقال ابو المليح كان اصح حديثا واتقى لله من ان يروي مثل
هذا واحتجوا بما رواه البيهقي من حديث يحيى عن ابي عن النبي ان
الملائكة صلت على ادم فكبرت عليه اربعا وقالت هذه سنتكم يا بني آدم
وهذا لا يصح وقد روي مرفوعا وموقوفا وكان اصحاب معاذ يكبرون
خمسا قال علقمة قلت لعبد الله ان ناسا من اصحاب معاذ قدموا من الشام
كبروا على الميت لهم خمسا فقال عبد الله ليس على الميت في التكبير وقت
كبر ما كبر الامام فاذا انصرف انصرف خلاصہ مطلوب یہ ہے کہ حضرت رسالتماب
چار تکبیر کہتے تھے اور یہ بھی صحیح ہے۔ کہ پانچ بھی کہتے تھے۔ اور آپ کے بعد صحابہ
چار پانچ اور چھ تکبیریں کہتے تھے۔ اور مسلم میں مذکور ہے۔ کہ زید بن ارقم نے پانچ
تکبیریں کہیں اور ذکر کیا۔ کہ پیغمبر بھی اتنی کہتے تھے۔ اور امام علی ابن ابی طالب نے
سہل بن حنیف پر چھ تکبیر کہیں اور دارقطنی نے ذکر کیا ہے۔ کہ آپ اہل بدر پر چھ
دوسرے صحابہ پر پانچ اور باقی لوگوں کے جنازوں پر چار تکبیر کہا کرتے تھے

اور یہ آثار صحیح ہیں۔ پس ان سے منع کرنیکا کوئی سبب نہیں اور نہ نبیؐ نے چار سے زیادہ تکبیروں سے منع کیا بلکہ خود جناب اور صحابہ چار سے زیادہ کہتے۔ لیکن جن لوگوں نے چار سے زیادہ کہنے کی ممانعت کی ہے۔ ان میں سے ایک گروہ حدیث ابن عباس کو دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ کہ اس نے کہا حضورؐ نے جو آخری جنازہ پڑھا۔ اس میں چار تکبیر کہیں اور آخری پر ہی عمل ہوتا ہے۔ لیکن امام احمد نے فرمایا ہے۔ کہ یہ جھوٹ ہے اور اسکی کوئی اصلیت نہیں۔ اسکو محمد بن زیاد الطحان۔ نے روایت کیا ہے۔ جو جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا۔ اور بعض کا عمل اس حدیث کی بنا پر ہے۔ کہ ملائکہ نے جنازہ آدمؑ پر چار تکبیریں کہیں۔ اور کہا اے بنی آدمؑ یہی تمہارے لئے سنت ہے۔ لیکن یہ حدیث بھی درست نہیں۔ اور مروی ہے۔ کہ اصحاب معاذ پانچ تکبیر کہا کرتے تھے۔ علقمہ کہتا ہے۔ کہ میں نے عبداللہ سے کہا۔ کہ بعض اصحاب معاذ شام سے آئے اور اپنی ایک میت پہ پانچ تکبیریں کہیں۔ عبداللہ کہتا ہے۔ کہ جو تکبیر امام کہے وہی کہو۔ جب وہ چلا جاوے تو چلے جاؤ۔ یہ علی التواتر ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مذہب امامیہ میں نماز جنازہ کی پانچ تکبیریں ہیں۔ کافی باب۵۲ علة تکبیر الخمس کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس میت پر حضرت رسولؐ چار تکبیر پڑھتے تھے وہ منافق ہوتا تھا۔ حدیث کافی محمول علی التقیہ ہے۔ کیونکہ اول تو امام زادہ چھ سال کی عمر تک نہیں پہنچا تھا۔ جیسا کہ کتب تواریخ میں مندرج ہے۔ اور اسی لئے صاحب وسائل الشیعہ نے اس حدیث کو باب عدم وجوب الصلوة علی جنازہ من لم یبلغ ستاً یعنے چھ سال سے کم عمر کے جنازہ پر نماز جنازہ واجب نہیں) کے ذیل میں نقل کیا ہے۔ دوم یہ کہ اس حدیث کے آخری فقرے اس امر کے مشعر ہیں اور وہ یہ ہیں ثم قال انہ لم یکن یصلے علے الاطفال انما کان امیر المومنین یامر بہم فیدفنون من وراء ولا یصلے علیہم وانما صلیت علیہ من اجل اھل المدینة کراھیة ان یقولوا لا یصلون علی اطفالہم یعنے آپ اطفال پر نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور نہ ہی امیر المومنینؑ ایسے بچوں کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں نے اس بچہ

پر اہل مدینہ کے سبب سے نماز پڑھی ہے۔ اس ڈر سے کہ ایسا نہ ہو یہ کہیں کہ یہ اپنے بچوں پر نماز نہیں پڑھتے۔

سوال ۱۳ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ذبح گاؤ عمداً ترک کرنے میں کچھ مضایقہ ہے یا نہیں درحالیکہ ممالکت ہند میں بسبب کثرت ذبح گاؤ زراعت اور دودھ گھی وغیرہ میں ہرج و نقصان عظیم واقعہ ہے۔ اہل ہنود جو مدت سے دعوی ہمسائیگی رکھتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ مسلمان بطریق انکی ہمدردی گاؤ کشی چھوڑ دیں۔ نہ اس لحاظ سے کہ یہ جانور درجہ عظمت رکھتا ہے۔ یا یہ کہ اسکا گوشت حرام ہے۔ اور یہ بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ ہر سال ذبح گاؤ سے فتنہ و فساد ہوتا ہے اور آیا حدیث لحم البقر داء و لبنہا دواء سمنہا شفاء معتبر و مستند ہے یا نہیں۔

جواب۔ عمداً ذبح گاؤ کے ترک کر دینے میں البتہ مضایقہ ہے۔ چنانچہ شیخ حسن صاحب جواہر الکلام نے کتاب الاطعمہ والاشربہ میں فرمایا ہے۔ الثانی فی البہائم ولا خلاف بین المسلمین فی انہ یوکل منہ الانسیۃ منہا جمیع اصناف الابل والبقر والغنم بل ھو من ضروری الدین دوم چوپایوں میں مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ کہ ان میں سے تمام اقسام شتر و گائے اور بز انسی کا گوشت کھایا جاوے۔ بلکہ یہ دین کے مسائل ضروریہ میں سے ہے جناب سائل نے ترک ذبح گاؤ کیلئے تین وجود کا ذکر کیا ہے۔

(۱) اکثرت ذبح گاؤ سے ہرج و نقصان۔

(۲) رعایت حقوق ہمسائیگی اہل ہنود۔

(۳) فتنہ و فساد کا وقوع۔

لیکن یہ تینوں وجہیں مطرود ہیں۔ بہ دلائل ذیل۔

(۱) شئے حلال کا استعمال ہرج و نقصان موجب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ علل الشرایع اور بحار الانوار کتاب السماء والعالم میں حضرت امام رضا علیہ السلام

نے بجواب محمد بن سنان تحریر فرمایا ہے۔ انا وجدنا کل ما احل اللہ تبارک وتعالیٰ ففیہ صلاح العباد وبقاؤھم ولھم الیہ الحاجۃ التی لا یستغنون عنہا ووجدنا المحرم من الاشیاء لا حاجۃ للعباد الیہ ووجدناہ مفسدا داعیا الی الفناء والہلاک اور علل وعیون میں آپکا وہ خط مندرج ہے۔ جسمیں آپنے مسائل محمد بن سباط کے جواب میں علت حلت اصناف ثلثہ بہائم کو بیان فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ احل اللہ عزوجل البقر والغنم والابل لکثرتھا وامکان وجودھا خلاصہ ہر دو کا یہ ہے۔ کہ ہم نے پایا کہ ہر شے جو خدا نے حلال کی ہے۔ اسمیں بندوں کی بہتری اور انکا بقا ہے۔ اور انکو اسکی ایسی ضرورت ہے۔ کہ وہ سوائے اس کے پوری نہیں ہو سکتی۔ اور ہر شے جو خدا نے حرام کی ہے۔ اسکی طرف بندوں کو حاجت نہیں اور وہ مفسد اور فنا اور ہلاکت کیطرف لیجانے والی ہے۔ اور خدا نے اونٹ۔ گائے بکری کو انکی کثرت اور امکان وجود کی وجہ سے حلال کیا ہے اور ہر دو فرامین امام سے ثابت ہوا کہ ذبح گاؤ میں صلاح عباد ہے۔ نہ کہ نقصان اور غربا کو اس کے گوشت کی عوام کو اس کے چمڑے کیطرف ایسی احتیاج ہے کہ وہ ذبح گائے سے اسی لئے حلال کیگئی ہے۔ کہ یہ کثرت سے ہے پھر ہرج کیسا اور اگر کثرت ذبح گائے موجب ہرج ونقصان ہوتی تو ہندوستان میں جہاں کہ زراعت کا مدار گائے پر ہے۔ پیداوار غلہ وحبوب کم ہوتی۔ حالانکہ سرکاری رپورٹیں مظہر ہیں کہ غلہ سنیں ماضیہ سے ہر سال اضعاف مضاعف ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ذبح گاؤ سے غلہ وغیرہ گراں نہیں ہورہا۔ دودھ اور گھی کی گرانی کیوجہ بھی ذبح گاؤ نہیں بلکہ گرانی غلہ ہے۔ جہاں غلہ گراں ہوتا ہے۔ وہاں ہر شے گراں ہوجاتی ہے۔ اور غلہ کی گرانی کیوجہ اکسپورٹ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ہر شے کی گرانی کی وجہ غلہ کی گرانی ہے۔

(۲) مسلمان ہندوؤں کے مذہبی احساس کو صدمہ پہنچانے کیلئے گائے کا گوشت نہیں کھاتے بلکہ بدو اسلام سے یہ انکی غذا ہے۔ اور جب ہندوستان میں نہیں آئے

تھے۔ تو بھی کھاتے تھے اگر حقوق ہمسائگی کا یہی تقاضا ہے۔ تو کل کو وہ یہ کہیں گے مسلمان اذان دینا چھوڑ دیں۔ مسلمان عیسائیوں کو کہیں۔ کہ تم لحم الخنزیر کو چھوڑ دو سکھ سب کو کہیں گے۔ کہ تمباکو نوشی بند کر دیں۔ اسطرح تو انتظام عالم میں خلل پڑ جائیگا حق ہمسائگی یہ ہے۔ کہ ہمسایوں کے مذہبی جذبات کا لحاظ رکھیں۔ ان کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کریں۔ اور نہ کہیں جس سے ان کا دل دکھ جائے۔ گائے انکے سامنے انکو صدمہ پہنچانے کیلئے ذبح نہ کی جاوے۔ غرض ان تمام باتوں سے احتراز کریں۔ اور باقی اپنی اپنی جگہ ہر شخص اور ہر قوم آزاد ہے۔

(۳) ذبح گاؤ سے ہی فتنہ و فساد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہر قوم حدود مقررہ سے گزر جاتی ہے۔ مثلاً مسلمان کسی ایسی جگہ پر ذبح کریں۔ جو رہ گزر ہے یا ہندو بجائے مقرر پر ذبح کرنے۔ سے بھی مسلمانوں کے مصر ہوں۔ لیڈر ان قوم کو فتنہ و فساد کی وجہیں دریافت کر کے انکی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ذبح گائے فتنہ کا سبب نہیں۔ نہیں تو اہل ہنود افسران کمسریٹ سے بھی فساد کرتے حالانکہ ایسا آجتک کبھی نہیں ہوا۔ اسکی وجہ مفسدوں کی جہالت اور تعصب۔

حدیث لحم البقر داء فروع کافی کتاب الاطعمہ والاشربہ باب لحم البقر وشحومہا میں اور نیز دعائم۔ المکارم جواہر الکلام اور وسائل الشیعہ میں بھی ہے۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے مراۃ العقول شرح فروع کافی جلد ۴ کتاب الاطعمہ والاشربہ صہ۲۰ میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے۔ ضعیف علی المشہور اور اگر اسکو صحیح مانا جائے۔ تو بھی یہ ترک ذبح گاؤ پر دال نہیں کیونکہ اگرچہ لحم البقر داء ہے لیکن اسکی چربی بیماری کو نکالتی ہے۔ چنانچہ کافی کے اسی باب میں اور حلیۃ المتقین میں ایک روایت ہے جسکا ماحصل یہ ہے۔ کہ جو کوئی ایک لقمہ چرب گاؤ کھائے اسی قدر اسکے بدن سے درد نکلتا ہے۔ اور نیز چقندر کیساتھ گائے کا گوشت کھانیسے سفیدی دور ہوتی ہے۔ مزید برآں فعل حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے ثابت ہے۔ جا بجا بعض حیثیت سے بھی ذبح گائے فعل نبی ثابت ہوتا ہے فقط

نوٹ۔ باقی مسائل کے جوابات کیلئے حصہ چہارم ملاحظہ ہو۔ تمت